جناب محمد عبدالرحمن بن مولانا موسیٰ خان البازی صاحب
جامعہ اشرفیہ (لاہور)

ہم آج کہاں کھڑے ہیں ؟

پچاس سال ہونے کو آئے ہیں لیکن پاکستان جہاں سے چلا تھا آج بھی اسی چوراہے پر کھڑا ہے ، بلکہ شاید جس دور سے ہم چلے تھے وہ دور موجودہ دور سے کہیں بہتر تھا ، کیونکہ اس وقت پوری دنیا میں ہمارا ایک مقام اور نام تھا ۔ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات تھی کہ ایک خطہ دنیا کے نقشے میں ایسا ابھرا ہے جو صرف اور صرف " لاالہ الا اللہ محمدرسول اللہ " کا نظام چاہتا ہے وہاں کی عورتیں اسی نظام کو لانے کے لئے بیوہ ہوئیں ۔ بچے اسی کے لئے قربانی کی بھینٹ چڑھے ، جوانوں نے اسی نام کی لاج رکھنے کیلئے جام شہادت نوش کیا ۔ علمائے کرام نے اسی نام کی عظمت کی خاطر جیلوں میں جانا اور وہاں پر تشدد سہنا پسند کیا ۔ لیکن ہائے ہماری قسمت ! کہ حکمران ہی کچھ اس طرح کے ملے جن پر انگریز کی چھاپ لگی ہوئی تھی ۔ انگریز تو چلا گیا لیکن اپنے چیلے یہاں چھوڑ گیا جو وقتاً فوقتاً اپنے آقاؤں کا یاد کرایا ہوا سبق دھراتے رہتے ہیں ۔

ستم ظریفی یہ کہ یہی چیلے اپنے آقاؤں سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گئے اور وہ لوٹ مار مچائی کہ کائنات دم بخود رہ گئی ، ملک اندھیر نگری بن گیا ۔ اور پھر یہ وقت بھی آیا کہ کرپشن کے امتحان میں امتیازی نمبروں کے ساتھ تمام دنیا میں دوسرے نمبر پر آگیا ۔ شاید یہی ایک اعزاز ہے جو انہی حکمرانوں نے بڑی " کوشش " کے بعد حاصل کرلیا ہے ۔ اس اعزاز کو ہم سینے پر سجائے بجا طور پر فخر کرسکتے ہیں ۔

ع بدنام جو ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا

جب عوام ہی نااہل ، ہوس وزر پرست ، اسلام دشمن عناصر کو منتخب کرینگے تو جو کچھ ہوا (اور ہورہا ہے) بہت کم ہے یہ وہ لوگ ہیں جو سب کچھ لوٹ لینے کے بعد (کشمیر کے راجہ کیطرح) ملک کو بیچ دیتے ہیں ۔ آج اگر ہم یہ سوچنے بیٹھ جائیں کہ ان پچاس سالوں میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا ؟ تو شاید پانے والے پلڑے میں کچھ بھی نہ ہو ۔ (سوائے اس اعزاز کے) ۔

گذشتہ دنوں گولڈن جوبلی کے موقع پر" ہم نے کتنی ترقی کی" کے موضوع پر ایک مقرر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہم نے کچھ ترقی کی ہوتی تو یہ تقریب منعقد کروانے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی ۔ تقریب منعقد کروانا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ہم لوگ ترقی کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں ۔ جبکہ میں یہ کہتا ہوں کہ ترقی کی دوڑ میں ہم لوگ بالکل موجود ہی نہیں بہت پیچھے رہنا تو دور کی بات ہے پیچھے تو آدمی اس وقت رہے گا جب دوڑنے کی کوشش کرے گا ۔ یہاں تو سرے سے کوشش ہی نہیں ہو رہی ۔

؎ کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہوسکا

اگر نظریں کچھ اونچی کر کے قومی اسمبلی میں جھانکا جائے تو افسوس اور شرم سے ہمارے سر جھک جاتے ہیں کہ جس جگہ کروڑوں روپے عوام کی خون پسینے کی کمائی ہوئی دولت کو ایک عمارت کی تعمیر پر اس لئے بہایا گیا کہ وہاں بیٹھ کر (ہمارے یہ نااہل) حکمران کچھ ملک کے بارے میں سوچیں ، وہاں یہ لوگ ذاتی مفادات میں لگے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کے گریبان پکڑ رہے ہیں یعنی ذاتیات کی بحث چھڑی ہوتی ہے ۔ ہونا تو یہ چاہئیے تھا کہ ایک غریب ملک کے مسائل (جو اب انہی کی وجہ سے مسائلستان بن چکا ہے) پر یہ لوگ بحث کرتے کہ اسکو کیسے سنوارا جائے ۔ ہمارے ملک کے مسائل تو اتنے ہیں کہ ان حکمرانوں کو انکو حل کرنے کیلئے سر کھجانے کی فرصت ہی نہیں ملنی چاہئیے تھی ۔ لڑائی جھگڑے کی نوبت تو اس وقت آتی ہے جب انسان فارغ بیٹھا ہو اور اسکے پاس اور کچھ کرنے کو نہ ہو ۔ معلوم ہوا کہ یہاں پر ملکی مسائل کو کبھی سنجیدگی سے لیا ہی نہیں گیا ۔ انہی کے ہاتھوں آخر

ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اور جب ان سے کچھ کہا جائے تو کہتے ہیں ارے صاحب ! پریشاں کیوں ہوتے ہو ۔ ترقی یافتہ ممالک کی پارلیمنٹس میں بھی یہی کچھ ہوتا ہے ۔ اب انکو کون سمجھائے ؟ کہ جناب وہ تو ترقی کی دوڑ میں اتنا آگے نکل چکے ہیں کہ اب اگر ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں تو بھی ان پر کچھ آنچ نہیں آئے گی ، جبکہ ہمارا معاملہ ان کے برعکس ہے ۔

؎ باہمہ ذوق آگہی ، ھائے رے پستئ بشر
سارے جہاں کا جائزہ اپنے جہاں سے بے خبر

ہندوستان میں جب ٹرین کے حادثات بہت بڑھ گئے تو وہاں کے وزیر ریلوے نے استعفیٰ